علامہ اقبالؒ کی نعتیہ شاعری (مدح کے فنی مباحث کے تناظر میں)

Allama Iqbals Nātia Poetry (In context of Artistic Discussion of Praise)

Gulzar Ahmad[*]

Abstract:

Allama Iqbal's personality and poetry have many facets. He was a politician, thinker, teacher, lawyer, poet and philosopher. An English philosopher professor asked Allama Iqbal what evidence he had to prove the existence of God. Allama Iqbal replied that only Muhammad said so. Iqbal is in such a state of ecstasy in the love of the Holy Prophet (PBUH) that only words of praise and respect for him come out of his mouth. He ended up as a lover of the Holy Prophet (PBUH) He spent his entire life trying to continue the process of protection and revival of the Nation of Islam. Poetry, philosophy, theology, mysticism, etc. were just tricks to explain the purpose to him.

Key words: *Allama Iqbal, poetry, philosopher, Holy Prophet, Islam.*

رسول اکرم ﷺ کی رسالت ، نبوت اور آپ ﷺ کی ختم المرسلینی ، آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ اور آپ کی حیات مبارکہ کے واقعات کے بیان میں عربی، فارسی، اردو اور دیگر زبانوں میں نعتوں کا اتنا بڑا ذخیرہ جمع ہو چکا ہے کہ اس کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ ہر دور میں آپ ﷺ کی تعریف و ستایش میں اہل علم نے عقیدت کے پھول نچھاور کیے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی محبت ہر مسلمان کے دل میں موجزن ہے۔ نعت گوئی رسول اللہ ﷺ کی محبت کے بغیر معرض وجود میں نہیں آسکتی۔ نعت گوئی کے آداب کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ قرآن مجید نے حضورا کرم ﷺ کی ہستی، ان کی شخصیت اور ان کے مرتبہ و مقام کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے ادب و آداب کی تعلیم دی، یہاں تک کہ ان کی آواز سے اپنی آواز اونچی کرنے پر بھی قدغن لگا دی گئی۔ اس کے باوجود عاشقان رسول اپنی کیفیات و واردات کے نشیب و فراز میں بعض اوقات حد اعتدال سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ یقیناً انھیں گفتار کے اسلوب پر قابو نہیں رہتا، اس حالت میں وہ کہہ اٹھتے ہیں:

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طاہا[1]

نعت ایک لطیف، نازک اور سبک احساس کی حامل صنف سخن ہے۔ نعت گوئی میں ذرا سی بے احتیاطی قعر مذلت میں ڈال سکتی ہے۔ عرفی نے اسی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے کہا ہے:

---

* Lecturer, Akhawat College University, Kasur/ Ph.D Scholar, Department of Urdu, Lahore Garrison University, Lahore

1- Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal (Sheikh Ghulam ali & sanz, Lahore, 1973) p. 217

عرفی مشتاب ایں رہ نعت ست نہ صحراست
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است قدم را
ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن
نعت شہ کونین و مدیح کے وجم را [2]

یعنی صحرا میں بے دریغ قدم رکھا جاسکتا ہے، صحرا کی وسعت حوصلہ پیدا کرتی ہے جس طرف چاہیں بے محابا چلتے جائیں، لیکن نعت گوئی کا میدان ایسا ہے یہاں آپ کو خوب سوچ سمجھ کر اور پورے غور وخوض کے بعد قدم رکھنا ہے۔ نعت گوئی، تلوار کی دھار پر قدم رکھنے کے برابر ہے۔ اس میں تیزی نہیں، آہستگی کی ضرورت ہے، ایک ہی لہجے اور ایک ہی جیسے اسلوب میں بادشاہ کا قصیدہ اور حضور اکرم ﷺ کی نعت نہیں کہی جاسکتی۔ حفظ مراتب کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اکبر بادشاہ کے دور کے مشہور شاعر فیضی نے اپنے کلام میں متعدد مقامات پر نعت رسول کے لیے سعی کی ہے، ان کا ایک شعر دیکھیے:

خاکی بہ اوج عرش منزل
اُمی و کتاب خانہ در دل [3]

سعدی شیرازی نظم ونثر میں فارسی ادبا اور شعرا میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ نظموں اور غزلوں میں مضامین کی ندرت اور تنوع قابل تحسین ہے۔ انھوں نے حضور اکرم ﷺ کی نعت میں نہایت فصیح وبلیغ رباعی کہی ہے۔

بلغ العلیٰ بکماله کشف الدجیٰ بجماله
حسنت جمیع خصاله صلوا علیه وآله[4]

رسول کریم ﷺ سے محبت کا انداز:

علامہ اقبالؒ کے رگ و ریشے میں عشق رسول ﷺ رچا بسا تھا۔ انھیں رسول اکرم ﷺ سے عشق و محبت کا تعلق بچپن ہی سے تھا۔ ان کے والدین بھی اسی راہ کے مسافر تھے۔ وہ اپنی والدہ کی زبانی سنا ہوا یہ واقعہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک آدھ مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ والدہ کی موجودگی میں بے چراغ کمرے کے اندر تاریک رات میں عجیب وغریب قسم کا نور ظاہر ہوا۔ اور........ ایسا معلوم ہوا کہ سورج نکل آیا ہے۔[5]

قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اس ماحول میں پرورش پانے والا بچہ کتنے پاکیزہ خیالات کا مالک ہوگا۔ تربیت و تہذیب کا انداز یہ تھا جسے علامہ اقبال نے رموزِ بے خودی کے ایک باب (در معنی ایں کہ حسن سیرت ملیہ از تادب بآداب محمدیہ است) میں بیان کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک

2 - Ghulam Rasul, Mahr, *Rasool-e- Rahmat* (Sheikh Ghulam ali & sanz, Lahore) p.123

3 - Muhammad Abdul Rashid Fazil Syed: *Iqbal and Ishq Rasalat mab (*Idara Tanvirat Elam-o -Adab, , Karachi, 1988) p.144

4 - ibid

5 - Ghulam Dastgir Rashid, Ashar Iqbal (Urdu Publishing House, Hyderabad Deccan,1944) p.81

گدائے مبرم (نہ ٹلنے والا) دروازے پر صدائیں لگاتا رہا۔ اقبال نے اس کی اس گستاخی پر اسے ایک ڈنڈا دے مارا۔ والد بزرگوار نے یہ واقعہ دیکھا تو اقبال کی اس بد مزاجی پر شدت غم سے پیلے پڑ گئے۔ اپنے کمرے میں بیٹھے روتے رہے، تھوڑی دیر بعد اقبال کو بلایا اور نرمی سے کہا "بیٹے قیامت کے روز علما، صلحا اور شہدا حضور اکرم ﷺ کے گرد جمع ہوں گے۔ اس محفل میں جب اس مانگنے والے کی فریاد پر حضور اکرم ﷺ مجھ سے پوچھیں گے تو میرے پاس کیا جواب ہو گا یعنی اے شخص اللہ نے ایک نوجوان مسلمان تیرے سپرد کیا تھا لیکن تو نے اسے میری ہدایات کا کوئی سبق نہیں دیا۔ تو نے اس مٹی کے ڈھیر کو انسان نہیں بنایا، بیٹے اپنے باپ پر ظلم نہ کر کہ اسے رسول اکرم ﷺ کے سامنے رسوا ہونا پڑے جب رول اکرم ﷺ مجھ سے پوچھیں گے تو میں کیا جواب دوں گا۔

حق جو انے مسلمے با تو سپرد		کو نصیبے از دبستانم نہ برد
از تو ایں یک کار آساں ہم نہ شد		یعنی آں انبار گل آدم نہ شد
بر پدر ایں جورِ نازیبا مکن		پیش مولا بندہ را رسوا مکن
غنچہ ای از شاخسار مصطفی		گل شو از باد بہار مصطفی
از بہارش رنگ و بو باید گرفت		بہرہ از خلق او باید گرفت
فطرت مسلم سراپا شفقت است		درجہاں دست و زبانش رحمت است
از مقام او اگر دور ایستی		از میان معشر ما نیستی [6]

علامہ اقبال کو گھر کا ایسا ماحول ملا جس کے اثرات ان کی فکر و نظر پر بہت گہرے مرتب ہوئے ان کے والد محترم صوفی مزاج، صوفیانہ اسرار و رموز میں دل چسپی رکھنے والے اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ علامہ اقبالؒ نے 13 اگست 1918ء کو اکبر الہ آبادی کے نام اپنے ایک خط میں لکھا ہے:

> "پرسوں شام کھانا کھا رہے تھے اور کسی عزیز کا ذکر کر رہے تھے جس کا حال ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ دوران گفتگو میں کہنے لگے: "معلوم نہیں بندہ اپنے رب سے کب کا بچھڑا ہوا ہے۔" اس خیال سے اس قدر متاثر ہوئے کہ قریباً بے ہوش ہو گئے اور رات دس گیارہ بجے تک یہی کیفیت رہی۔ یہ خاموش لیکچر ہیں جو پیران مشرق ہی سے مل سکتے ہیں، یورپ کی درس گاہوں میں ان کا نشان نہیں۔"[7]

علامہ اقبالؒ کے مجموعہ ہائے کلام میں جابجا نعتیہ رنگ نظر آتا ہے۔ بحری سفر کرتے ہوئے روضہ رسول کے متوازی پہنچتے ہیں تو دل بے قرار ہو جاتا ہے اور زبانِ قلم سے جذبات کا اظہار اس طرح کرتے ہیں:

6 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal, (Farsi) (Sheikh Ghulam ali & sanz, Lahore,1973) p. 131

7 - Muzaffar Hussain Burney, Syed, Kuliat Makateeb Iqbal (Urdu Academy, Delhi, 1993) p.736

"اے عرب کی مقدس سرزمین تجھ کو مبارک ہو، تو ایک پتھر تھی جس کو دنیا کے معماروں نے رد کر دیا تھا، مگر ایک یتیم بچے نے خدا جانے تجھ پر کیا افسوں پڑھ دیا کہ موجودہ دنیا کی تہذیب و تمدن کی بنیاد تجھ پر رکھی گئی.... تیرے ریگستانوں نے ہزاروں مقدس نقش قدم دیکھے ہیں.... کاش میرے بدکردار جسم کی خاک تیرے ریت کے ذروں میں مل کر تیرے بیابانوں میں اڑتی پھرتی، اور یہی آوارگی میری زندگی کے تاریک دنوں کا کفارہ ہو۔ کاش میں اس پاک سرزمین میں جا پہنچوں جہاں کی گلیوں میں بلالؓ کی عاشقانہ آواز گونجی تھی۔"[8]

انگلستان میں مغربی فلسفہ کی تعلیم حاصل کرنے اور فرنگی تہذیب و ثقافت کو قریب سے دیکھنے کے بعد اقبال نے فکر اسلامی کی تشکیل جدید کی ضرورت محسوس کی۔ مسلمانوں کے زوال پر غور و خوض کیا، قرآن مجید کا عمیق مطالعہ کیا تو اس نتیجے پر پہنچے کہ عجمی غیر اسلامی افکار نے تصوف کے راستے مسلمانوں کو جہد حیات سے غافل کر دیا ہے۔ اس طرح انھوں نے غیر اسلامی تصور پر تنقید کی۔ یہ غیر اسلامی تصوف مسلمانوں کو صوفیانہ مشاغل میں مصروف رکھ کر کشمکش حیات سے دور کر رہا تھا۔ صدیوں سے اس مصروفیت نے مسلمانوں کے اندر سے قوت عمل ختم کر دی۔

علامہ اقبال اگرچہ خود بھی قیام انگلستان تک مروجہ تصوف کے قائل تھے لیکن قرآن مجید پر غور و فکر کرنے سے انھیں اپنے پرانے خیالات میں تبدیلی لانی پڑی، انھوں نے ایک خط میں لکھا ہے کہ ان کا فطری اور آبائی میلان تصوف کی طرف ہے اور یورپ کا فلسفہ پڑھنے سے یہ میلان اور بھی تیز ہو گیا ہے۔ لیکن قرآن میں تدبر کرنے اور تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد جب اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انھیں اپنے فطری اور آبائی رجحانات کے خلاف ایک خوفناک دماغی اور قلبی جہاد کرنا پڑا۔[9]

تصوف پر تنقید کرنے سے اقبال کو متعدد صوفیوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم علامہ اقبالؒ کے عشق رسول کے پُر سوز جذبات اور بزرگان دین سے نیاز مندانہ عقیدت نے اقبال کے متعلق ان منفی رجحانات میں بہت حد تک کمی کر دی، جنھیں خواجہ حسن نظامی اور دیگر متصوفین نے غلط فہمی سے باعث نزاع بنا دیا تھا۔

علامہ اقبالؒ عاشق رسول تھے۔ ان کی نعت گوئی سوز و گداز اور جذب و کیف سے معمور ہے۔ انھیں اللہ تعالیٰ نے قلب گداز عطا کیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کے ذکر مبارک پر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ الطاف حسین حالی کی مسدس کے وہ اشعار جو حضور اکرم ﷺ کی نعت میں کہے گئے ہیں، سنتے تو بے اختیار رو دیتے خصوصاً مسدس حالی کا یہ بند!

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا | مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا | وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ | یتیموں کا والی غلاموں کا مولا
خطا کار سے درگزر کرنے والا | بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا

8 - Abdul Wahid Moini, Syed, *Muqalat Iqbal* (Āina Adab, Lahore, 1988) p.113

9 - Rahim Bakhsh Shaheen, *Oraq Gum Gashta* (Islamic Publications, Shah Alam Market, Lahore, 1975) p 73

مفاسد کا زیر وزبر کرنے والا اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا مس خام کو جس نے کندن بنایا
کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا۔[10]

بطور خاص انھیں مرغوب تھا۔ اس کو سنتے ہی ان کا دل بھر آتا اور وہ اکثر بے اختیار رو پڑتے، اسی طرح اگر کوئی عمدہ نعت سنائی جاتی تو ان کی آنکھیں ضرور پُر نم ہو جاتی تھیں۔ رسالت مآب ﷺ کے ساتھ انھیں جو وابستگی تھی اس کی وجہ سے انھیں اولیائے کرام سے بھی خاص عقیدت تھی اور وہ ان کے مزارات پر حاضر ہوا کرتے اور اپنی والہانہ عقیدت کا اظہار فرماتے۔ وہ پیشہ ور پیروں کے ہمیشہ خلاف رہے۔[11]

علامہ اقبالؒ نے حضور اکرم ﷺ کی نعت میں جدت پیدا کی اور مسلمانوں کے اجتماعی مسائل کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کو عمل پیہم کی تلقین کی۔ اقبال کی نعت گوئی، روایتی شاعرانہ اظہار عقیدت نہیں ہے، اس نعت گوئی میں ملی جذبات، اجتماعی مسائل اور مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کے ممکنات کا تذکرہ ہے۔

شیرازہ ہوا ملت مرحوم کا ابتر اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے
وہ لذت آشوب نہیں بحر عرب میں پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے
ہر چند ہے بے قافلہ و راحلہ و زاد اس کوہ و بیاباں سے حدی خوان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کر اے روح محمد آیات الٰہی کا نگہبان کدھر جائے[12]

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ اقبال کو ملی مسائل سے خصوصی لگاؤ تھا، انھوں نے اپنے اجتماعی مسائل کا ذکر کر کے انھیں اجاگر کیا ہے۔ مسلمانوں کو ان پر غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ اقبال کا اسلوب شعر گوئی انھیں نئے سے نئے پیرایے میں نعت گوئی پر اکساتا ہے۔ مسلمانوں میں قومیت اور وطنیت کا مغربی تصور پھیلنے لگا تو اقبال نے اس کے غیر اسلامی پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ اقبال نے کہا:

یہ بت کہ تراشیدہ تہذیب نوی ہے غارت گر کاشانہ دین نبوی ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے
نظارہ دیرینہ زمانے کو دکھا دے اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے[13]

10 - Shafiq Barelvi: Armghan Naat, Center Uloome Islamia, Garden Town, Karachi, 1976, p 156

11 - Mahmood Nizami: Malfuzat Iqbal, (Editor: Abu Al-Laith Siddiqui), Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 1977, p 98

12 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal, p 510

دنیا میں وطنیت کو خدا کا درجہ دے کر استعماری طاقتوں نے قتل وغارت گری کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ اقبال نے کہا:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے　　جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے[14]

علامہ اقبالؒ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کا اسوہ حسنہ یہ ہے کہ آپ نے اپنا آبائی وطن مکہ چھوڑ دیا اور مدینہ منورہ جا کر اسلامی ریاست قائم کی اور وہیں زندگی کی آخری سانسیں لیں۔

ہے ترک وطن سنت محبوب الٰہی　　دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے　　ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے۔[15]

علامہ اقبالؒ نے ابتدائی دور کی ایک غزل میں بھی وطنی قومیت کی نفی کی ہے۔

نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا
بنا ہمارے حصار ملت کی اتحاد وطن نہیں ہے
کہاں کا آنا کہاں کا جانا، فریب ہے امتیاز عقبیٰ
نمود ہر شے میں ہے ہماری کہیں ہمارا وطن نہیں ہے[16]

علامہ اقبالؒ وطن کو مسلمانوں کے لیے اتحاد کا مرکز نہیں سمجھتے تھے۔ یہ وطنی قومیت یعنی وطن کی بنیاد پر قومیت کا نعرہ حضور اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کے خلاف ہے۔ مسلمانوں کا وطن اسلام ہے۔ اقبال نے انسانی اخوت کی بنیاد مادی وطنیت کی بجائے روحانی ملیت پر رکھی۔[17]

اقبال مسلمانوں کو یاد دلاتے ہیں کہ مسلمانوں کی عزت و آبرو حضور اکرم ﷺ کے سبب سے ہے۔ حضور اکرم ﷺ ہی ہمارے لیے باعث فخر ہیں۔ ہمیں دنیا میں عزت و شرف آپ ﷺ ہی کی بدولت حاصل ہے۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است　　آبروئے ما زنام مصطفیٰ است[18]

علامہ اقبال کی طبیعت کا سوز و گداز وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا گیا۔ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ عشق و محبت کے جذبات اپنے کمال کو پہنچنے لگے۔ ان کی طبیعت ایسی بن گئی تھی کہ حضور اکرم ﷺ کا اسم مبارک کسی کی زبان پر آتا تو آپ ﷺ کی آنکھیں پرنم ہو جاتی تھیں۔ اسی جذب و مستی کے عالم میں انھیں ملت اسلامیہ کی پر آشوب حالت یاد آجاتی ہے پھر ہندی مسلمانوں کے قائدین کی روش پر ماتم کناں ہو جاتے ہیں:

---

13 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal, p.360

14 - ibid

15 - ibid

16 - ibid, p.136

17 - Abdul Salam Nadvi: Iqbal Kamil, Dar Al-Musnafin Azamgarh, 1948, p 326

18 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal,(Farsi), p 19

"کل ایک شوریدہ خواب گاہ نبی ﷺ پہ رو رو کے کہہ رہا تھا

کہ مصر و ہندستان کے مسلم بنائے ملت مٹا رہے ہیں۔

یہ زائران حریم مغرب ہزار رہبر بنیں ہمارے

ہمیں بھلا ان سے واسطہ کیا جو تجھ سے نا آشنا رہے ہیں۔"[19]

علامہ اقبالؒ کو حضورا کرم ﷺ کی ذات گرامی سے بے شمار فیوض و برکات عطا ہوئے۔ ان میں سب سے زیادہ موثر، قوی اور زندگی کی جملہ حیثیات پر حاوی انفرادی انسانی شعور کا یقین ہے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں:

"…. تنہا خواہش جو ہنوز میرے جی میں خلش پیدا کرتی ہے، یہ رہ گئی ہے کہ اگر ممکن ہو سکے تو حج کے لیے مکہ جاؤں اور وہاں سے اس ہستی کے مزار پر حاضری دوں جس کا ذات الٰہی سے بے پایاں شغف میرے لیے وجہ تسکین اور سرچشمہ الہام رہا ہے۔ میری جذباتی زندگی کا سانچہ کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ انفرادی شعور کی ابدیت پر مضبوط یقین رکھے بغیر ایک لمحہ بھی زندہ رہنا میرے لیے ممکن نہیں ہو سکا۔ یہ یقین مجھے پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات گرامی سے حاصل ہوا ہے۔ میرا ہر بن مو آپ کی احسان مندی کے جذبات سے لبریز ہے اور میری روح ایک بار بھرپور اظہار کی طالب ہے جو صرف آپ ﷺ کے مزار اقدس پر ہی ممکن ہے۔ اگر خدا نے مجھے توفیق بخشی تو میرا حج اظہار تشکر کی ایک شکل ہو گی۔"[20]

انفرادی انسانی شعور کی کامل پختگی کا حسن اظہار حضورا کرم ﷺ کی ذات گرامی میں ہوا۔ آپ کی حیات مبارکہ اور اسوہ حسنہ کے عمیق مطالعے اور قرآن و سنت رسول پر گہرے غور و فکر نے اقبال کو یہ ایمان و ایقان عطا کیا جو ان کے اشعار میں بیان ہوا ہے۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفی سے مجھے   کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں[21]

اسی انسانی شعور کی ابدیت کو خودی سے تعبیر کیا ہے:

کھلے جاتے ہیں اسرار نہانی   گیا دور حدیث لن ترانی

ہوئی جس کی خودی پہلے نمودار   وہی مہدی، وہی آخر زمانی[22]

اقبال کا عشق رسول ﷺ اپنے اظہار کے لیے نئے نئے اسلوب اختیار کرتا ہے۔ اس جدت میں وفورِ شوق کی بے پایانی بدستور بڑھتی جاتی ہے۔ اقبال اسی الہامی شاعری میں حضورا کرم ﷺ کے ادب و احترام، آپ کی محبت میں سرشاری و مستی اور جذب و کیفیت کی فراوانی میں احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے، جیسے ایک شاعر نے کہا:

19 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal,(Farsi), p.19

20 - Muzaffar Hussain Burney, Syed, Kuliat Makateeb Iqbal, (Vol.4) Urdu Academy, Darya gangh, Delhi, 1998, p 494

21 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal,p 319

22 - Ibid,

ادب گاہ ایست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا [23]

علامہ اقبالؒ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کی کامل اطاعت ہی مومن کے ایمان کی پختگی کا باعث ہوتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ اسی اطاعت و پیروی میں اللہ کی رضا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اطاعت و پیروی کا حق ادا کر دیا، اور انھیں اللہ کی رضا حاصل ہوئی۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

کاملِ بسطام در تقلید فرد اجتناب از خوردن خربوزہ کرد [24]

علامہ اقبالؒ کو ذکر نبی ﷺ کے ساتھ ملت اسلامیہ کی غلامی، بے چارگی اور بے کسی بھی یاد آجاتی ہے۔ وہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں محکوم مسلمانوں کی حالت زار شاعرانہ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ اسرار خودی میں علامہ اقبالؒ نے حضور اکرم ﷺ کے برپا کردہ انقلاب کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے سیاست، معاشرت، تہذیب و ثقافت اور عمرانی سطحوں میں ایسی تبدیلیاں پیدا کر دیں جن کی بدولت شرف انسانیت کو فروغ حاصل ہوا، بنی نوع انسان کی جو تذلیل ماضی میں روا رکھی جا رہی تھی اسے بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا، غلام لوگ اس معاشرے میں اس حد تک کاموں میں دخیل تھے کہ تجارت، گلہ بانی، روزمرہ کے کام کاج اور کھیتی باڑی کے امور میں انھی سے کام لیا جاتا تھا۔ لیکن معاشرے میں ان کے مرتبہ و مقام اور اعزاز و اکرام کا کوئی تصور نہیں تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کی قدر کی اور اپنے غلام کو اپنے دستر خوان پر اپنے برابر جگہ دی۔

از کلید دیں در دنیا کشاد ہمچو او بطن اُم گیتی نزاد
در نگاہِ او یکے بالا و پست با غلام خویش بر یک خواں نشست [25]

ایک جنگ میں قبیلہ طے کے سردار کی بیٹی گرفتار ہوئی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کتنی بڑی حقیقت کی نقاب کشائی کر کے حضور اکرم ﷺ کی شخصیت و کردار کا ایسا پہلو نمایاں کیا ہے جو حلقہ نسواں کو اعزاز و اکرام دینے والوں میں ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ قبیلہ طے کی خاتون کو دیکھا کہ اس کے پاؤں جکڑے ہوئے تھے اور وہ بے پردہ تھی اس کی گردن شرم و حیا کے باعث جھکی ہوئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے فوراً اپنی چادر اس کی طرف بڑھائی تا کہ وہ اپنا سر ڈھانپ لے۔ ٹھیک اسی موقع پر علامہ اقبالؒ اُمت مسلمہ کی بے چارگی، بے بسی اور بے کسی بیان کرتے ہیں کہ ملت اسلامیہ اس خاتون سے بھی زیادہ عریاں ہے اور اقوام عالم کے سامنے اس کا سر بھی چادر سے محروم ہے۔

در مصافے پیش آں گردوں سریر دختر سردار طے آمد اسیر
پائے در زنجیر و ہم بے پردہ بود گردن از شرم و حیا خم کردہ بود

---

23 - Shafiq Barelvi: Armghan Naat, p. 77

24 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal, (Farsi) p. 22

25 - ibid, p.91

دخترک راچوں، نبی بے پردہ دید　　چادر خود پیش روئے او کشید

ماازاں خاتون طے عریاں تریم　　پیش اقوام جہاں بے چادریم

ما کہ از قید وطن بیگانہ ایم　　چوں نگہ نور دو چشمیم ویکیم

از حجاز وچین وایرانیم ما　　شبنم یک صبح خندانیم ما

مست چشم ساقی بطحاستیم　　در جہاں مثل مے ومیناستیم

امتیازات نسب راپاک سوخت　　آتش اداایں خس وخاشاک سوخت

من چہ گویم از تولایش کہ چیست　　خشک چوبے در فراق او گریست

خاک یثرب از دوعالم خوش تراست　　اے خنک شہرے کہ آنجادل براست [26]

علامہ اقبالؒ کی شاعری کے متعدد ادوار ہیں۔ قیام انگلستان سے قبل، وطن دوستی اور سارے جہاں سے اچھا ہندستان ہمارا کے گیت گاتے تھے۔ بعد میں ان کے ملی ترانوں سے عالم اسلام گونج اٹھا۔ ان کی شاعری کا ابتدائی دور روایتی میلان کا آئینہ دار تھا۔ بعد کی شاعری میں اسلام کی عظمت، قرآن کی صداقت، رسول اکرم ﷺ کے پیغام کی جانب رجعت، اسوہ حسنہ نبوی کا اتباع اور تقلید تعلیمات نبوی پر عمل پیرا ہونے کی تلقین اب ان کی شاعری کے بنیادی مضامین ہو جاتے ہیں۔ ان کے دماغ اور دل نے جو صحیح جانا اور سمجھا وہی ملت کے لیے ان کا پیغام بن کر ان کے اشعار میں ظاہر ہوا۔ یہیں سے ان کی نعتیہ شاعری نے بھی ایک نیا اسلوب، نیا لہجہ، نیا آہنگ اختیار کیا۔[27]

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: (لایومن احدکم حتیٰ اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین) اسی فرمان کی روح صحابہ کرامؓ کی زندگی میں کارفرما تھی۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ قول مبارک حُب رسول کے کچھ تقاضے رکھتا ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے:

قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُواْ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِ وَٱللَّهُ لاَ يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَاسِقِينَ. [28]

"اے نبی! کہہ دو کہ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیویاں اور تمھارے عزیز و اقارب اور تمھارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمھارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمھارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمھارے سامنے لے آئے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا۔"

26 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal,(Farsi), p.20

27 - Muhammad Tahir Farooqi, Dr, Iqbal and Mohabbat Rasool, p. 253

28 - Al-Toubah: 8:24

یہ عشق رسول ﷺ کا تقاضا اور معیار ہے۔ اسی آیت کی حقیقت صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں نظر آتی ہے وہ دنیا بھر میں توحید و رسالت کا پیغام لے کر پھیل گئے، حقیقت یہ ہے کہ انھیں اس عظیم کام سے، نہ ان کے باپ، نہ ان کے بیٹے، نہ بیویاں اور نہ عزیز و اقارب، نہ مال و متاع دنیا، نہ کاروبار کے ماند پڑ جانے کے خدشے، نہ اقامت گاہیں، اللہ کی راہ میں جہاد سے روک سکے اور نہ حضور اکرم ﷺ کی محبت سے روک سکے، یہی عشق رسول ہے۔

علامہ کے نزدیک عشق رسول ﷺ ہی کی بدولت دنیا میں امن و امان قائم ہوا، آپ ﷺ ہی کی تعلیمات نے انسانیت کا بول بالا کیا، آپ نے خواتین کو عزت بخشی، آپ ﷺ نے غلاموں کو آزاد کیا اور غلامی سے آزاد کرانے والوں کے لیے اجر کی نوید دی۔ صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم ﷺ سے محبت کے باعث انھی کی تعلیمات کے فروغ میں اپنی زندگیاں صرف کر دیں۔

معنی حرفم کنی تحقیق اگر — بنگری با دیدہ صدیقؓ اگر
قوت قلب و جگر گردد نبی — از خدا محبوب تر گردد نبی[29]

علامہ اقبالؒ کے رشتہ محبت و عشق میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ حالات زمانہ کی تبدیلی، ماحول کا تغیر اور انقلابات عالم حضور اکرم ﷺ سے محبت میں کمی کا باعث نہیں بنے بلکہ اس میں اضافہ ہوتا رہا۔ انگلستان کی تعلیم اور تہذیب و ثقافت اقبال کی فکر و نظر میں مغربی افکار کی بالا دستی کا باعث نہیں بنی بلکہ ان کا حال یہ تھا کہ:

"حدیث کی جن باتوں پر نئے تعلیم یافتہ نہیں پرانے مولوی تک کان کھڑے کرتے ہیں۔ یہ ڈاکٹر آف فلاسفی ان کے ٹھیٹھ لفظی مفہوم پر ایمان رکھتا تھا، اسلامی شریعت کے جن احکام کو بہت سے روشن خیال حضرات فرسودہ اور بوسیدہ قوانین سمجھتے ہیں اور جن پر اعتقاد رکھنا ان کے نزدیک ایک ایسی تاریک خیالی ہے کہ مہذب سوسائٹی میں ان کی تائید کرنا ایک تعلیم یافتہ آدمی کے لیے ڈوب مرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ اقبال نہ صرف ان کو مانتا اور ان پر عمل کرتا تھا بلکہ اس کو کسی کے سامنے ان کی تائید کرنے میں باک نہ تھا۔"[30]

علامہ اقبالؒ کو عشق رسول ﷺ سے پختہ یقین حاصل ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کا مستقبل روشن ہے۔ ایک مرتبہ ان کی محفل میں کسی نے کہا کہ آج تک کوئی قوم یا کسی قوم کی تہذیب مرنے کے بعد پھر زندہ نہیں ہوئی۔ فرمانے لگے کہ "یہ خیال صحیح نہیں۔ خود مختار قومیں عام طور پر اپنے محکوموں کے دل و دماغ پر یہ خیال اس لیے مسلط کر دیتی ہیں کہ ان میں پھر سے اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کرنے کا جذبہ پیدا ہی نہ ہو سکے۔ اسلام اس خیال کا قطعی مخالف ہے۔ آپ صرف ایک قوم کے متعلق فرماتے ہیں کہ مر کر زندہ نہیں ہو سکتی۔ مگر خیال فرمایئے، قرآن تو قیامت کا قائل ہے، وہ تو کہتا ہے کہ ایک قوم کیا ساری دنیا مر کے ایک بار پھر زندہ ہو جائے گی۔"[31]

یہی امید افزا جذبہ علامہ اقبال کی نظم "جواب شکوہ" میں کار فرما ہے جس شخص نے "جواب شکوہ" کا مطالعہ کیا ہے وہ مسلمانوں کے روشن مستقبل سے کبھی مایوس نہیں ہو سکتا۔ یہ کہنا کہ مسلمان دنیا میں حصول اقتدار کے سلسلے میں اپنی باری لے چکے ہیں، اب دنیا کی جن طاقتوں کو سپر پاور ہونے کا اعزاز حاصل ہے، یہی یا ان جیسی کوئی اور طاقت آ جائے گی، مسلمانوں کا دور حکومت گزر چکا۔

---

29 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal, (Farsi), 101

30- Abu Rashid Farooqi: Iqbal and Maududi, Maktaba Ta'meer-e-Insaniyat, Lahore, Second Edition, 1980, p 34

31 - Abu Al-Laith Siddiqui dr., Malfuzat Iqbal, p 206

نعت گوئی کی نعمت عطیہ خداوندی ہے۔ جن شعرا کو یہ نعمت عطا ہوئی انھوں نے اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ بعض شعرا اپنی عقیدت میں مبالغہ کی انتہا تک پہنچ گئے۔ بعض لوگوں کو حضور اکرم ﷺ کی تعریف و تحسین کے لیے نثر نگاری کی نعمت عطا ہوئی۔ ایسے عاشقان رسول بھی گزرے ہیں جنھیں اظہار کا شعری یا نثری اسلوب تو میسر نہ ہوا لیکن سوز و گداز کی نعمت سے سرفراز کیے گئے۔ علامہ اقبال کی ایک رباعی ایک صاحب دل اور عاشق رسول کی سماعت میں آئی تو قلب و نظر کی حالت متغیر ہو گئی۔ محمد رمضان عطائی (ڈیرہ غازی خان) کی خواہش پر علامہ اقبال نے یہ رباعی انھیں عطا کر دی:

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر　　　روز محشر عذر ہائے من پذیر

در حسابم را تو بینی ناگزیر　　　از نگاہ مصطفی پنہاں بگیر [32]

محمد رمضان عطائی نے وصیت کی کہ اگر ان کی وفات پر ان کے ورثا میں سے کوئی صاحب موجود ہوں تو مذکورہ رباعی اس کے ماتھے پر لکھ دی جائے۔ رسالت مآب ﷺ کی ذات بابرکات سے علامہ اقبالؒ کی بے پایاں عقیدت اور گہری محبت کا ایمان پرور اظہار اور وجد آفریں تذکرہ ان کی نظم و نثر میں جا بجا ملتا ہے۔ ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نظر میں اس جذبہ صادق کی کتنی قدر و منزلت تھی۔ [33]

علامہ اقبال کے نزدیک بنی نوع انسان کی ترقی اور فلاح و بہبود حضور اکرم ﷺ کی پیروی میں ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات زندگی کے تمام شعبوں میں انسان کی راہنمائی کرتی ہیں۔ انھیں عالمی سطح پر امن و امان بھی اسی صورت میں نظر آتا ہے کہ قرآنی اور نبوی اصول و ضابطے عمل میں لائے جائیں۔ اقبال حضور اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کر کے اس نتیجے پر پہنچے کہ بس یہی ایک ذات ہے جس کے فرمودات پر عمل اور اس کے اسوہ حسنہ کی پیروی میں انسان کی فلاح دارین کا راز مضمر ہے تو انھوں نے حضور اکرم ﷺ ہی کے اتباع میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا اور پوری کوشش کی کہ مسلمان حضور اکرم ﷺ کا اتباع کر کے اپنے آپ کو صحیح معنوں میں مسلمان بنائیں۔ [34]

تخلیق کائنات کی حقیقت، حادث و قدیم کے مسائل اور عقل و روح کے مباحث ہمیشہ سے اہل علم کا موضوع رہے ہیں۔ انسان اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش میں ہے کہ اسے ان حقائق کا علم ہو جائے۔ انسان اس الجھی ہوئی ڈور کو سلجھانا چاہتا ہے، لیکن کوئی سرا ہاتھ نہیں آتا۔

خرد مندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے

کہ میں اس فکر میں رہتا ہوں کہ میری انتہا کیا ہے [35]

---

32 - Raees Ahmad Jafari, Syed, Iqbal and Ishq Rasool, Book Corner Jhelum, 2020, p 20

33 - Muhammad Sharif Baqa: Iqbal Bargah Rasalat me, Al-Badr Publications Lahore, October 2013, p 9

34 - Muhammad Abdul Rashid Fazil Syed: Iqbal and Ishq Rasalat mab, p 43

35 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal, (Urdu),p 347

اس ابتدا اور انتہا کی بحث کو علامہ اقبال نے نہایت خوش اسلوبی سے بیان کیا۔ اس نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے رئیس احمد جعفری نے لکھا ہے:

"یہ ابتدا اور انتہا، یہ آغاز و انجام، یہ افتتاحیہ اور اختتامیہ ایک بہت پُر پیچ مسئلہ ہے۔ اس کی گرہ کشائی پر بہت سے فلسفیوں اور مفکروں نے بحر خیالات میں غوطے لگائے ہیں لیکن گوہر مقصود سے محروم ہی رہے۔ غالب کی زبان سے (جاوید نامہ میں) اقبال نے چند الفاظ میں جتنے بڑے دفتر معنی کو کوزے میں بند کیا ہے وہ ان ہی کا حصہ ہے۔"[36]

اقبال کہتے ہیں:

خلق، تقدیر و ہدایت ابتداست　　　　رحمۃ للعالمینی انتہاست[37]

حق و باطل کی آویزش ہمیشہ سے رہی ہے، یہ جنگ ایک دو روز کی نہیں، بلکہ ہر وقت جاری ہے، اور قیامت تک جاری رہے گی۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز　　　　چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی
حیات شعلہ مزاج و غیور و شور انگیز　　　　سرشت اس کی ہے مشکل کشی، جفا طلبی
سکوت شام سے تا نغمہ سحر گاہی　　　　ہزار مرحلہ ہائے فغان نیم شبی
کشاکش زم و گرما تپ و تراش و خراش　　　　ز خاک تیرہ دروں تا بہ شیشہ حلبی
مقام پست و شکست و فشار و سوز و کشید　　　　بیان قطرہ نیسان و آتش عِنَبی
اسی کشاکش پیہم سے زندہ ہیں اقوام　　　　یہی ہے راز تب و تاب ملت عربی[38]

علامہ اقبالؒ مسلمانوں کو باطل کے مقابلے کے لیے تیار رہنے کا سبق دیتے رہے۔ اس مقابلے میں کامیابی عشق رسول کے جذبے ہی سے ممکن ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے　　　　دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے[39]

دین اسلام میں دعوت و تبلیغ کے ساتھ ساتھ جہاد و قتال کے احکامات بھی ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ میں یہ تمام امور موجود ہیں۔ آپ نے میدان جنگ میں بھی بہترین کردار پیش کیا، آپ نے تقریباً اٹھائیس غزوات میں شرکت کی۔ اقبال عشق نبی طلب کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

سوز صدیقؓ و علیؓ از حق طلب　　　　ذرہ عشق نبی از حق طلب[40]

36 - Raees Ahmad Jafari, Syed, Iqbal and Ishq Rasool, p 228

37 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal, (Farsi), p 715

38 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal, (Urdu),p 223

39 - Ibid,

40 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal, (Farsi), p 190

علامہ اقبال کی شاعری میں کئی ادوار آئے ہیں، ایک دور وہ تھا جب انھیں روایتی انداز کا شاعر کہا جاتا تھا، داغ کے رنگ کی غزلیں تھیں۔ پھر قیام انگلستان کے دوران میں ان کے افکار و نظریات میں تبدیلی آئی تو انھیں مغربی تہذیب و ثقافت مسلمانوں کے لیے سخت نقصان دہ نظر آئی۔ اس تبدیلی کے آثار ان کے کلام میں ۱۹۰۷ء سے نظر آتے ہیں۔ بعد ازاں اقبال نے اسلامی نظریات و افکار کے حقائق بیان کرنے شروع کیے۔ گویا مغرب کے افکار پر تنقید شروع ہو گئی۔

پیر مغاں فرنگ کی مے کا نشاط ہے اثر
اس میں وہ کیف غم نہیں مجھ کو تو خانہ ساز دے
تجھ کو خبر نہیں ہے کیا بزم کہن بدل گئی
اب نہ خدا کے واسطے ان کو مئے مجاز دے [41]

مسلمانوں کی غلامی اور سیاسی زوال پر عالم اسلام کے متعدد اہل علم نے اظہار خیال کیا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے حریت و آزادی کی علم برداری کو عشق رسول سے منسلک کر کے مسلمانوں کو مہمیز دی اور انھیں یاد دلایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے وفاداری آج بھی عہد صحابہؓ کی مانند ہو جائے تو دنیا کی کوئی طاقت مسلمانوں کے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتی۔ جب حضور اکرم ﷺ سالار کارواں ہوں اور مسلمانوں کا جوش ایمانی اور عشق رسول اپنے کمال پر پہنچا ہو تو ماضی کی طرح آج بھی آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں ‍ ‍ یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں [42]

اقبال نے مسلمانوں کے دورِ عروج کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے ‍ ‍ آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا ‍ ‍ ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا
تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں ‍ ‍ خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری ‍ ‍ تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا
اے گلستان اندلس وہ دن ہیں یاد تجھ کو ‍ ‍ تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا
سالار کارواں ہے میر حجاز اپنا ‍ ‍ اس نام سے باقی آرام جاں ہمارا [43]

رسول اکرم ﷺ نے پورا نظام حیات اپنی انقلابی تعلیمات کے ذریعے بدل ڈالا۔ عرب معاشرہ اپنی جاہلانہ جکڑ بندیوں میں صدیوں تک جکڑا رہا، یہ معاشرہ آپ کی پیغمبرانہ تعلیمات کے ذریعے ایسا بدل گیا کہ دور جاہلیت کے تمام رسوم و رواج ختم ہو گئے۔ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ اللہ نے اپنے بندے کی مدد کی اور اللہ کے گھر کو بتوں سے پاک کر دیا گیا۔ حق کا بلند پرچم ایسا لہرایا کہ باطل کبھی اسے سرنگوں

41 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal, (Farsi), p 113

42 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal, (Urdu),p 208

43 - Ibid,p 159

نہیں کر سکے گا۔ گورے کو کالے پر، کسی عرب کو کسی عجمی پر کوئی فوقیت نہ رہی۔ بزرگی و برتری صرف اللہ کی بندگی اور رسول اکرم ﷺ کی اطاعت میں رہ گئی۔ یہ ایسا انقلاب تھا کہ جو نہ پہلے کبھی چشم فلک نے دیکھا اور نہ بعد میں کسی دور میں دیکھا گیا۔ عہد نبوی ﷺ کی برکات تھیں جو اس دور کو عالمی سطح پر اتنا بلند لے گئیں کہ اس دور کے بعد حضور اکرم ﷺ کے نام لیوا اور اس کی اُمت کے فرماں روا، حالات کو عہد نبوی کے حالات کے مطابق لانے کے لیے کوشش کرتے رہے۔ اس تبدیلی کا احساس عرب کے وہ سردار بخوبی محسوس کر رہے تھے جن کی سرداری ان خرافات ہی پر قائم تھی۔ ابو جہل نے اپنے خداؤں اور حاجت رواؤں کے سامنے جو نوحہ، ماتم کے انداز میں پیش کیا۔ اس میں حضور اکرم ﷺ کی وہ ساری ہدایات، تعلیمات اور انقلابی تدابیر آ گئی ہیں جن کی بدولت دیکھتے ہی دیکھتے عرب معاشرہ ایک صالح، امن پسند اور جان ومال کے محافظ کی صورت اختیار کر گیا۔ ابو جہل نے جن تبدیلیوں کا ذکر اپنے نوحے میں کیا ہے، ان میں انتہائی پریشان کن اضطراب انگیز اور سرداری کے تفوق و بالا دستی اور انانیت کے بت کو ریزہ ریزہ کر دینے والی انقلابی تعلیم کا ذکر سر فہرست ہے۔ ان سرداروں کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ غلاموں کو یہ مرتبہ حاصل ہو جائے گا۔ علامہ اقبال "جاوید نامہ" میں عالم بالا کی سیر کا ذکر کرتے ہیں۔ "زرواں، زمان و مکاں کی روح ہے جو زندہ رود" (اقبال) کو مولانا روم کی معیت میں "یرغمید" کی وادی میں لے جاتا ہے۔ وادی طواسین میں طاسین محمد میں روح ابو جہل نوحہ کرتی نظر آتی ہے:

سینہ ما از محمد داغ داغ — از دم او کعبہ را گل شد چراغ
از ہلاک قیصر و کسریٰ سرود — نوجوانان راز دست ما ربود
ساحر و اندر کلامش ساحری است — ایں دو حرف لا الہ خود کافری است
پاش پاش از ضربتش لات و منات — انتقام از وے بگیر اے کائنات
دل بغائب بست و از حاضر گسست — نقش حاضر را فسون او شکست
خم شدن پیش خدائے بے جہات — بندہ را ذوقے نہ بخشد ایں صلوٰت
مذہب او قاطع ملک و نسب — از قریش و منکر از فضل عرب
در نگاہے او یکے بالا و پست — با غلام خویش بر یک خواں نشست
قدر احرار عرب نشاختہ — با کلفتاں حبش در ساختہ
احمراں با اسوداں آمیختند — آبروئے دودمانے ریختند
ایں مساوات، ایں مواخات اعجمی است — خوب می دانم کہ سلمانؓ مزدکی است
باز گو اے سنگ اسود باز گوے — آں چہ دیدیم از محمد باز گوے
اے ہبل اے بندہ را پوزش پذیر — خانہ خود را زبے کیشاں بگیر
اے منات اے لات ازیں منزل مرد — گر ز منزل می روی از دل مرد

اے ترا اندر دو چشم ماو ثاق مہلتے ان کنت از معت الفراق[44]

ترجمہ: "ہمارا سینہ محمد کی تعلیمات سے کٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا ہے۔ آپ کی وجہ سے کعبہ کا چراغ بجھ گیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ملوکیت اور بادشاہت کا خاتمہ کر دیا ہے آپ ﷺ کی تعلیمات نے قوم کے نوجوان کو بڑے، بوڑھوں کی تعلیمات سے دور کر دیا ہے۔ یہ شخص (حضرت محمد) ایک جادوگر ہے اور اس کے کلام میں جادو کی سی تاثیر ہے اور یہ لا الہ الا اللہ تو سراسر کافری ہے۔ ان کی تعلیمات ضرب آہن کی طرح ہیں جن سے ہمارے لات و منات پاش پاش ہو گئے ہیں، اے کائنات تو ہی ہمارے خداؤں کو توڑنے والوں سے نپٹ لے۔ انھوں نے حاضر (خداؤں کی پرستش کی بجائے) غائب (اللہ) کی عبادت شروع کر دی ہے۔ موجود خداؤں کو محمد ﷺ کی تعلیمات نے ختم کر دیا ہے جو خدا نظر نہ آئے اسے پوجنے سے کیا فائدہ؟

محمد ﷺ کا مذہب ایسا ہے کہ جس نے ملک (وطنیت) اور نسب (ذات پات کی تقسیم) کی جڑ کاٹ دی ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ عرب اور قریش کی برتری فضول ہے۔ ان کی نظر میں سردار اور نوکر چاکر دونوں برابر ہیں۔ یہ ایک ہی دستر خوان پر غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے (اور مساوات) کی تعلیم دیتے ہیں اور عملاً ایسا کرتے بھی ہیں۔ انھوں نے حبش کے بھدے غلاموں سے (کلفتان حبش جیسے) لوگوں کو عرب کے آزاد لوگوں کے برابر کر دیا ہے۔ انھوں نے (نسلی امتیاز کے ساتھ ساتھ) رنگ کی بنیاد پر قائم امتیازی حیثیت ختم کر دی یعنی کالوں کو بھی گوروں کے ساتھ ملا دیا ہے، اس طرح خاندان قریش کی عزت و آبرو ختم کر دی۔ اس طرح کی مساوات (عربی نہیں بلکہ) عجمی ہے، ابو جہل کہتا ہے کہ یہ مساوات مزوکیت ہے جو سلمان فارسیؓ کی بدولت اسلامی تعلیمات میں آگئی ہے ۔ اے سنگ اسود تو بھی ہماری اس مصیبت کا حال بیان کر جو محمد کی تعلیمات کے باعث ہم پر پڑی ہے۔ اے ہبل تو ہماری فریادوں کو سنتا اور قبول کرتا ہے، خانہ کعبہ کو ان (نعوذ باللہ) بے دین لوگوں سے واپس لے لے۔ ابو جہل کہتا ہے کہ اے منات اور اے لات، تم ہمارے وطن (کعبہ) سے نہ جاؤ، اور اگر تمھیں جانا ہی ہو تو ہمارے دل سے نہ جاؤ، تم ہماری آنکھوں میں بسی ہوئی ہو اگر تم نے جانے کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو چند روز اور قیام کرو۔"

علامہ اقبالؒ کی شخصیت اور شاعری کی متعدد جہتیں ہیں۔ وہ ایک سیاست دان، مفکر، معلم، وکیل، شاعر اور فلسفی تھے، ان تمام حیثیتوں میں بھی دراصل وہ عاشق رسول تھے۔ ایک انگریز فلسفی پروفیسر نے علامہ اقبال سے دریافت کیا کہ ان کے پاس خدا کا وجود ثابت کرنے کے لیے کون سی دلیل ہے، علامہ اقبال نے جواب دیا فقط یہی کہ محمد ﷺ نے ایسا کہہ دیا۔[45]

اقبال رسول اکرم ﷺ کے عشق میں محویت کے ایسے مقام پر ہیں کہ ان کے منہ سے آنحضرت ﷺ کی مدح وستائش اور احترام ہی کے لفظ نکلتے ہیں۔ ان کا خاتمہ عاشق رسول کی حیثیت سے ہوا جس نے اسی عشق کی نسبت سے اُمت محمدیہ یا ملت اسلامیہ کے تحفظ اور احیا کے عمل کو جاری و ساری رکھنے کی کوشش میں اپنی تمام عمر صرف کر دی۔ شاعری، فلسفہ، دینیات تصوف وغیرہ تو ان کے نزدیک نصب العین کی وضاحت کی خاطر محض حیلے تھے۔

44 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal, (Farsi)p 642

45 - Javed Iqbal, Dr. Zinda Road (Part III), Sheikh Ghulam Ali & Sons Publishers Lahore, Bar II 1987, p 666

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است [46]

رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اقبال کے تعلق کا ایک واقعہ کرنل خاں محمد مرحوم (فیصل آباد) نے ڈاکٹر عبد الغنی مرحوم کو سنایا کہ انھوں نے ایک مرتبہ تہجد کے نوافل ادا کرنے کے بعد خواب کی حالت میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اقبال کو ہمارا سلام پہنچادو۔ کرنل صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ صبح ہوتے ہی وہ لاہور روانہ ہو گئے اور علامہ اقبال کے در دولت پر حاضری دی۔ جب حضور اکرم ﷺ کا سلام پہنچایا تو علامہ اقبال کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ خود ان کی حالت بھی رقت انگیز تھی۔ [47]

ایسے متعدد واقعات علامہ اقبال کے احباب اور دیگر بزرگوں سے نقل ہوئے ہیں۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی محبت کا فیضان تھا جو اقبال کے قلب گداز کو حاصل ہوا۔

46 - Muhammad Iqbal, Dr. Kulyat Iqbal, (Urdu),p 194

47 - Magazine "Berg Gul", Government College Samundari, Zela Faisalabad, 1987, p 35